جمع قرآن بعہد حضرت عثمانؓ

پر

اجماع صحابہؓ

مولانا سید سعید اللہ صاحب
مازارہ
شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب نزولی ترتیب نہیں۔ موجودہ ترتیب وہ ترتیب ہے جس کے مطابق قرآن کریم عالم غیب (لوح محفوظ) میں محفوظ تھا۔ نزول کے لحاظ سے قرآنی آیات وسور موقع کے مطابق وقتاً فوقتاً اترتی رہیں اور ان کا نزول اس موجودہ ترتیب کے مطابق نہیں تھا۔ چنانچہ سورہ العلق جو موجودہ ترتیب کے مطابق سورہ ۹۶ ہے اور آخری پارے میں ہے نزول کے لحاظ سے مقدم ترین ہے۔ چونکہ نزولی ترتیب مقصود نہ تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی اہتمام نہ فرمایا۔ اس کے برعکس موجودہ ترتیب کا اہتمام بروقت کیا گیا۔ جب بھی قرآن مجید کے کچھ آیات نازل ہو جاتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی میں سے کسی کاتب کو بلا لیتے اور اس سے وہ آیات متعلقہ سورت کی متعین جگہ میں اپنے روبرو لکھواتے۔ اسی طرح کئی سورتوں کا نزول جاری رہتا[۱]۔ جو جو سورتیں مکمل ہو جاتیں ان کی متفرق نوشتوں سے صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر سورتیں جمع کر لیتے[۲]۔ جن کے صحف وہ اپنے پاس رکھتے۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرمانے تک قرآن مجید کا نزول جاری تھا اس لئے عہد نبوی میں اس کو مصحف میں جمع نہیں کیا گیا[۳]۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت فرمانے پر قرآن مجید کا نزول مکمل ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں ہر ہر سورت کی آیات اپنی اپنی سورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق باجماع صحابہ جمع کی گئیں۔ اور تمام سورتوں کے صحف آپس میں ترتیب کے لحاظ کے بغیر یکجا جمع کئے گئے[۴]۔ دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی انفرادی طور پر اپنے لئے مصاحف لکھے تھے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آیت

---

[۱] الحاکم: المستدرک ۲ : ۲۲۱ [۲] الحاکم: المستدرک ۲: ۶۱۱ [۳] السیوطی: الاتقان: ۵۷ الکوثری: مقالات ۸ [۴] الاتقان ۱ : ۶۰

کی جگہ ان کی اپنی اپنی سورت میں متعین فرمائی تھی۔ اس لئے ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس میں کسی صحابیؓ کے مصحف کی کسی سورت میں آیات کی تقدیم و تاخیر کا ذکر ہو۔ مگر سورتوں کی آپس کی ترتیب کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے صحابہ کرامؓ تلاوت میں آپؐ کے طرزِ عمل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سورتوں کی آپس میں ترتیب کا لحاظ تو رکھتے مگر کتابی شکل میں سورتوں کی آپس میں ترتیب کا اہتمام نہیں فرما چکے تھے جیسا کہ ابوبکر صدیقؓ کی عہدِ خلافت میں ہر ہر سورت کے تمام آیات تو اپنی اپنی سورت میں جمع کی گئی تھیں مگر سورتوں کی آپس میں ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا۔

اس کے علاوہ مدنی دور کے اواخر میں قرآن مجید کی بعض جگہوں کا نزول ایک حرف سے زائد دو تین زیادہ سے زیادہ سات احرف تک ہوتا رہا۔ اس بناء پر ایسی روایات ملتی ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ کے مصاحف کی بعض جگہوں میں حرف کا اور بعض سورتوں کی ترتیب میں اختلاف تھا۔

اس قسم کی روایات کا سہارا لیتے ہوئے مستشرقین مسلمانوں کے دلوں میں یہ شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن مجید جس کی جمع کی نسبت حضرت عثمانؓ کی طرف کی جاتی ہے پر صحابہ کرامؓ متفق نہ تھے[1] اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست لینے والے اس پر متفق نہ تھے تو آپؐ سے قرآن مجید یقینی طور پر ثابت نہیں۔

چنانچہ وہ مندرجہ ذیل حقائق آیات کے نزول کے ساتھ متواتر طور پر صحابہ کرامؓ کے سینوں میں ان کے حفظ کے انتظام اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عہدِ خلافت میں باجماع صحابہ ہر ہر سورت کی آیات کا اپنی اپنی سورت میں جمع کرنے کو نظر انداز کرتے ہوئے قرآن مجید کی حفاظت " و انا له لحافظون " پر مسلمانوں کے پختہ عقیدہ کو متزلزل کرنے کے درپے ہیں مگر علیم و خبیر خالق کو ان اعداءِ اسلام کی ان سازشوں کا علم تھا اس لئے جمع قرآن بعہد حضرت عثمانؓ کے اول سے لے کر آخر تک پورے حالات ایسے طور پر پیدا فرمائے کہ ان کے شکوک و شبہات ڈالنے کے وہ تمام سہارے بے کار ہو جاتے ہیں جن سے وہ مسلمانوں کے ایمان و یقین کو متزلزل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل عنوانات (ا) طریقۂ جمع قرآن بعہد حضرت عثمانؓ (ب) سبب جمع قرآن (ج) صحابہ کرام کے اقوال، افعال اور

---

[1] اس کے لئے ملاحظہ ہو گولڈ تسہر کی کتاب "مذاہب التفسیر الاسلامی" اور آرتھر جفری کی Materials for The History of The Holy Quran جو اس نے کتاب المصاحف کے ساتھ شائع کیا ہے۔

تاریخی واقعات (د) اور قرآن وحدیث کی تصریحات کی روشنی میں ثابت کیا جائے گا کہ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں جمع قرآن کی جو مہم تکمیل تک پہنچائی گئی وہ حضرت عثمانؓ کا اپنا انفرادی عمل نہ تھا۔ بلکہ خلیفہ راشد کی نگرانی میں صحابہؓ کرام کا اہم ترین فریضہ تھا۔ جو انہیں عرضۂ اخیرہ (آخری رمضان) میں پڑھی ہوئی قراءت کے مطابق جمع کرنا تھا۔ جس سے ثابت ہو جائے گا کہ جس ترتیب اور حروف سے حضرت عثمان کی عہدِ خلافت میں قرآن مجید جمع کیا گیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی نہ کبھی اس کو غلط بتایا اور نہ ان کو کبھی اس کے کلام الٰہی ہونے میں شک وتردد لاحق ہوا۔

(ا) ۱۔ جب احرف میں اختلاف کی بناء پر امت کا آپس میں افتراق کا خطرہ لاحق ہوا تو آپؓ نے از خود اپنی طرف سے یہ کام شروع نہ کیا بلکہ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا

اجتمعوا یا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبوا للناس اماماہ

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تم جمع ہو جاؤ پس لوگوں کے لئے مصحف امام لکھو۔

۲۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا:۔

نری ان نجمع الناس علی مصحف واحد فلا تکون فرقة ولا یکون اختلاف قلنا، فنعم ما رأیت[1]

ہماری یہ رائے ہے کہ ہم ایک مصحف پر لوگوں کو جمع کریں تاکہ افتراق اور اختلاف نہ رہے۔ ہم نے کہا آپ کی رائے صحیح ہے۔

۳۔ جب صحابہ کی طرف سے ایک مصحف پر امت کو جمع کرنے کا فیصلہ ہوا تو حضرت عثمانؓ نے نہ کسی خاص شخص سے یہ فرمایا کہ وہ اپنی یاد سے قرآن مجید جمع کرے اور نہ ایک شخص یا چند محدود افراد سے مصحف طلب کئے کہ ان سے مصحف لکھے بلکہ عام اعلان فرمایا۔

من کان عندہ شیئ من القرآن فلیأت بہ[2]

جس شخص کے پاس قرآن مجید کا کوئی حصہ ہو وہ لائے۔

اور پھر ہر لانے والے سے اس نوشتہ کے بارے میں یہ قسم لی۔

لسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے

---

[1] الطبری: جامع البیان ۱: ۲۰۔ ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ۲۱
اس حدیث کی بناء پر اس مقالہ میں جہاں مصحفِ امام کا ذکر آتا ہے تو اس سے مراد قرآن مجید ہوگی۔

[2] ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ۲۲

وھو اِلاہُ علیك فیقول : نعم [1] — حال میں سنا کہ آپؐ پر اس کا املاء فرماتے رہے تو وہ کہتا ہاں۔

۴۔ صحابہ کرامؓ کے ان لائے ہوئے صحائف سے جب مصحف لکھنے کا فیصلہ ہوا تو حضرت عثمانؓ نے اپنی طرف سے کسی کو منتخب نہیں فرمایا بلکہ صحابہ کرامؓ سے رائے لی کہ کتابت میں سب سے زیادہ ماہر کون ہے تو انہوں نے فرمایا "کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن ثابت"

پھر فرمایا کہ لوگوں میں فصیح ترین کون ہے انہوں نے کہا "سعید بن العاص"[2]

۵۔ جب صحابہ کرامؓ کے ان لائے ہوئے نوشتوں سے مصحف لکھا گیا تو اس کا مقابلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد کے ان جمع شدہ مصحف سے کیا گیا جو کسی خاص شخص کا انفرادی عمل نہیں تھا بلکہ صحابہ کرامؓ کا ایک اجتماعی عمل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لکھے ہوئے نوشتوں سے جمع کئے گئے تھے جن سے اُس وقت مصحف میں آیات نہ لکھے جاتے جب تک کہ لانے والا اس پر دو گواہ قائم نہ کرتا کہ یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب سے ہمارے روبرو اسی طرح لکھوائے ہیں[3]

گویا کہ مصحف امام دو بار صحابہ کرامؓ کے ان نوشتوں سے جمع کیا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لکھے گئے تھے اور دو بار صحابہ کا اس پر اجماع ہوا پہلی بار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں اور دوسری بار حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں۔

۶۔ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں جمع قرآن کی مہم، خلیفۂ راشد کی نگرانی میں خلافت راشدہ کے فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہونے پر اور کسی خاص شخص کا انفرادی عمل نہ ہونے پر دلیل، حضرت علیؓ کا یہ قول ہے" لَوْ وُلِّیتُہٗ لَفَعَلْتُ ما فعلَ فی المصاحف[4] یعنی اگر میں خلیفہ ہوتا تو میں مصاحف کے بارے میں وہی کام کرتا جو حضرت عثمانؓ نے کیا۔

اور جب حضرت عثمانؓ نے مصاحف جلانے کا حکم فرمایا تو آپ نے فرمایا

لَوْلَمْ یَصْنَعْہُ عثمان لَصَنَعْتُہٗ [5] — اگر حضرت عثمان یہ کام نہ کرتے تو میں ضرور بالضرور یں اس کو کر دیتا۔

اگر بالفرض اُس وقت حضرت عثمان کی جگہ حضرت علی خلیفہ ہوتے تو ان کی نگرانی میں اسی طرح سے یہ کارنامہ انجام تک پہنچایا جاتا اور جس طرح حضرت عثمانؓ نے مصحف امام اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحف کے

---

[1] ابن ابی داؤد: کتاب المصاحف: ۲۴ [2] کتاب المصاحف: ۳۲ [3] الطبری: جامع البیان ۱: ۲۱ [4] کتاب المصاحف: ۱۲

ماسوا اور مصاحف کے جلانے کا حکم فرمایا تھا اسی طرح حضرت علی بھی یہی حکم فرماتے جو حضرت علیؓ کے اس قول لَفَعَلْتُ مَا فَعَلَ فِی الْمَصَاحِفِ سے ظاہر ہے۔

ب ۔ مصحف امام سے پہلے کے مصاحف میں سورتوں کی ترتیب یا حرف کے اختلاف کا مسئلہ

حضرت ابن مسعودؓ۔ حضرت ابی بن کعبؓ۔ اور حضرت علیؓ وغیرہم حضرات صحابہ کرام کے مصاحف کے اختلاف کے بارے میں جو روایات منقول ہیں۔ ان حضرات میں سے کسی نے بھی نہ ایک دوسرے کے مصحف کو غلط بتایا اور نہ ہی مخالفت کی تھی کیونکہ یہ اختلاف یا تو حرف کا اختلاف تھا یا اور کسی سورت کی تقدیم و تاخیر کا اختلاف۔

حرف کا اختلاف اس بناء پر تھا کہ قرآن مجید کا نزول سات احرف سے ہوا تھا۔ اس لئے کوئی مصحف بھی ایسے حرف سے نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا تھا۔ اور کسی سورت کی تقدیم و تاخیر اس بناء پر تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورتوں میں آیات کی ترتیب کی طرح ہر سورت کی آپس میں ترتیب پر تصریح نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے ان سے اپنے اپنے مصحف میں کسی سورت کی تقدیم و تاخیر ہو سکتی تھی یہ اختلاف اس قسم کا نہ تھا جس سے قرآن مجید کی قرآنیت پر اثر پڑتا۔

البتہ مشیت الہٰی کا تقاضا یہ ہوا تھا کہ عہد نبوی میں بھی اور آپؐ کی رحلت فرمانے کے بعد قرن اول میں بھی ایسے حوادث پیش آئے جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ زمانہ نزول سے لے کر ہمیشہ کے لئے امت کی برداشت سے یہ بات باہر ہے کہ وہ قرآن مجید کے کسی ایک کلمہ کو بھی ایسے حرف سے سُنے جس کے بارے میں ان کو یہ یقین حاصل نہ ہو کہ اسی طرح پڑھنا ہے جس طرح کہ نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جب حضرت عمرؓ نے حضرت ہشامؓ سے اُس حرف سے سنا جس حرف سے انہوں نے آپ سے نہیں سنا تھا۔ تو آپ نے اس پر نماز میں جھپٹنے کا ارادہ کیا مگر نماز کے پورا کرنے تک آپ نے انتظار فرمایا اور نماز کے ختم کرنے کے ساتھ ہی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا اور اس وقت تک ان کو نہیں چھوڑا جب تک کہ انہیں یہ تسلی حاصل نہیں ہوئی کہ وہ بھی نازل شدہ حرف سے پڑھتے ہیں۔[۲]

اور حضرت ابی بن کعبؓ کو جب اس قسم کا معاملہ درپیش آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کی تصویب فرمائی تو آپ اس وقت کی اپنی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں :-

فَسَقَطَ فِی نفسی وَلا اذ کُنتُ فِی الجاهلیة	یعنی میرے دل میں ایسا شک پیدا ہوا کہ جاہلیت میں بھی
فضرب فی صدری ففضت عرقًا کانّمَا	مجھے ایسا شک پیش نہیں آیا تھا اس شک کے آنے کی

---

[۱] السیوطی : الاتقان ۱ : ۶۱ [۲] صحیح بخاری ۲ : ۷۴۷، طبع ۱۲۸۸ھ

انظر الی اللہ فرقاً۔ فقال لی ۔ یا اُبیٌّ ! اُرسِلَ
اِلیَّ ان اقرءَ القرآن علیٰ حرف ! الحدیث[1]

بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ
مبارک مارا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور ڈر کے
مارے میری حالت ایسی ہو گئی گویا کہ میں اللہ تعالیٰ
کی طرف دیکھتا ہوں۔ آپؐ نے مجھے فرمایا اے ابیؓ !
میری طرف جبریلؑ بھیجا گیا کہ میں قرآن مجید ایک
حرف سے پڑھوں۔ آخر حدیث تک

صحابہ کرامؓ کے یہ دو واقعات بطور نمونہ کے ذکر کئے گئے جن کے لئے ایسے مواقع کے پیش آنے پر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونا ممکن تھا۔ مگر آپؐ کی رحلت کے بعد جب ایک دوسرے سے ایسے حرف سنے جانے لگے جن کے بارے میں ان کو یہ یقین حاصل نہ تھا کہ یہ بھی نازل شدہ حرف سے پڑھتا ہے جس کی بنا پر ان کے آپس میں قتل و قتال کا خطرہ لاحق ہوا تو یہ ضروری سمجھا گیا کہ باجماع صحابہؓ عرضۂ اخیرہ (آخری رمضان) میں پڑھی ہوئی قرأت کے مطابق مصحف لکھا جائے۔ تاکہ تاقیامت آیندہ آنے والے لوگوں کے سامنے یہ بات ثابت ہو کہ امت نے قرآن مجید میں نہ کسی قسم کے تغیر کو برداشت کیا اور نہ کر سکے گا۔ اور یہ کہ صحابہ کرام نے اسی قرأت اور ترتیب سے قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور اسی قرأت اور ترتیب سے قرن اول نے قرن ثانی تک اور ہر ہر قرن نے آنے والے قرن تک پہنچایا، اور پہنچاتا رہتا ہے اور "اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْن" اور "لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِہٖ" کی پیش گوئی سچی ثابت ہے اور اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کے بارے میں لوگوں پر حجت قائم ہے۔

ج۔ ا۔ قرآن مجید میں کسی قسم کے تصرف کو امت کی برداشت سے باہر ہونے پر شاہد عدل قائم کرنے کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اِس کو منسوخ التلاوۃ آیت "الشیخ و الشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالاً مِّنَ اللّٰہِ" کے حکم کی اہمیت کے بارے میں حضرت عمر الفاروقؓ کی زبان سے یہ کلمات کہلوائے۔

لولا ان یقول الناس زاد عمر فی کتاب اللّٰہِ
عزّوجلّ لکتبتُھا[2]

اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ عمر نے اللہ تعالیٰ کی کتاب
میں زیادتی کی تو میں ضرور اس کو قرآن مجید میں لکھ دیتا

جب حضرت عمرؓ جیسے شخص جن کی رشد و ہدایت پر وحی ناطق ہے اور جن کی اقتدار و سطوت کی مثال صفحہ ہستی پر تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ ایسے نازل شدہ حکم کا اضافہ قرآن مجید میں نہیں کر سکتا۔ جو اہم اور باقی ہو مگر اس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہو تو دوسروں کے لئے اس میں کسی قسم کے تصرف کرنے کے امکان کا احتمال ہی نہیں رہ سکتا

---

[1] العسقلانی: فتح الباری [illegible] [2] سنن ابی داؤد ۲: ۲۵۰ باب فی الرجم مطبع قادری دہلی

۲۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کبار صحابہؓ سے "جن کے مصاحف کی بعض سورتوں کی ترتیب اور بعض جگہوں میں حروف کے مختلف ہونے کی روایات سے قرآن مجید میں ان کے اختلاف کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں" ایسے اقوال اور افعال صادر فرمائے اور ایسے خارجی واقعات وجود میں لائے جس نے ثابت کر دیا کہ تمام حضرات صحابہ کا مصحف امام پر اجماع ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب خود مصحف امام کے املاء کرنے والوں میں تھے[1] اور حضرت علیؓ نے مصحف امام کے بارے میں فرمایا تھا۔ "لَوْ وُلِّيتُهُ لَفَعَلْتُ مَا فَعَلَ فِي الْمَصَاحِفِ" اور "لو لم يصنعه عثمان لَصَنَعْتُهُ"

اگر آپ حضرات کا مصحف امام پر اجماع نہ ہوتا اور وہ کسی دوسری ترتیب یا حروف کے قائل ہوتے تو حضرت ابی بن کعبؓ مصحف امام کے املاء کرنے والوں میں شامل نہ ہوتے اور حضرت علیؓ نہ ذکر شدہ کلمات فرماتے اور نہ خلافت سے پہلے اور نہ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس کی اشاعت پر خاموش رہ سکتے۔

۳۔ جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کی فوج نے قرآن مجید کو جب نیزوں پر اٹھایا کہ یہ ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہوگا تو حضرت علیؓ نے یہی مصحف امام جمع شدہ بعہد حضرت عثمانؓ کو حکم بنانے کی دعوت کو قبول کرنا اپنے اوپر لازم سمجھا اور اس کے احترام کی خاطر حضرت معاویہؓ کے خلاف جنگ بند کر دی[2] جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جزوی فرعی مسائل میں ان کی اختلاف رائے ہوتی۔ مگر سب کا اس پر اجماع تھا کہ قرآن مجید جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہی ہے جو ہمارے سامنے اب موجود ہے۔

اسی طرح کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے آپ کے حلقۂ درس میں لاتعداد لوگ شامل تھے ان کی کثرت کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ جب عبدالرحمن بن اشعث بنو امیہ کے خلاف کھڑے ہوئے تو ان کے ساتھ صرف قراء کی تعداد چار ہزار تھی جن میں سے بعض حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے براہ راست شاگرد تھے اور بعض ان کے شاگردوں کے شاگرد[3] ان کی وجہ سے مشرق میں قرآن مجید کا درس و تدریس عام ہو چکا ہے۔ اگر حضرت ابن مسعودؓ مصحف امام کی ترتیب و قراءت کے خلاف کسی دوسری ترتیب اور قراءت والے مصحف کے قائل ہوتے تو مشرق میں ضرور ان کے مصحف کی نشر و اشاعت ہوتی۔ جس کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ناممکن ہوتا۔ جیسا کہ فقہ حنفی کا مٹانا ناممکن ہے جس کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاوے اور حضرت علیؓ کے فتاوے اور فیصلے ہیں[4] جو مشرق میں رائج ہے۔

(د) اس کے علاوہ مصحف امام قرن اول میں لکھا گیا جس کی افضلیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف: ۲۶ [2] الخضری: اتمام الوفاء: ۲۲۲ [3] الکوثری: مقالات: ۱۴ [4] شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ ۱: ۳۲۸

نے فرمایا :-

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ

اور یا جماع صحابہ لکھا گیا ہے جس کی حجت ہونے کے بارے میں ارشاد مبارک ہے :-

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ	میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی

اور خلفائے راشدین میں سے تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں اس مہم کو انجام تک پہنچایا گیا۔ جن کے دینی کارناموں کے تمکّن (مستحکم) کرنے کے بارے میں قرآن مجید میں یہ پیشین گوئی فرمائی گئی ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (الی) وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ٥	تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ وعدہ کرتا ہے کہ انہیں زمین میں حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دے چکا ہے اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے واسطے قوت دے گا (الی) اور جو کوئی اس کے بعد بھی کفر کرے گا سو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں[۱]

---

[۵] جو روایت علامہ سیوطیؒ نے الاتقان[۱] میں حضرت ابن مسعودؓ کے مصحف میں معوذتین کے نہ لکھے جانے اور ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف[۲] میں مصحفِ امام کے لکھنے کے بعد ان کا اپنے مصاحف کے جلانے سے انکار کے متعلق نقل کئے ہیں۔ یہ روایات اس وقت سے متعلق ہیں جب کہ ان کو یقین حاصل نہیں ہوا تھا کہ جمع قرآن کا یہ کارنامہ تمکّن (مستحکم) ہو جائے گا۔ جب ان کو اس کی تمکین پر یقین حاصل ہوا تو آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ اجماع کیا۔ تمکین کے بعد آیت کی رُو سے کسی مومن کے لئے مخالفت کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ چنانچہ اجماع کی حقیقت کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ نے بتایا ہے :-

و معنی اجماع کہ بر زبان علماء دین شنیدہ باشی این نیست کہ ہمہ مجتہدان لایشذ فرد در عصر واحد بر مسئلہ اتفاق کنند زیرا کہ ایں صورتے است غیر واقع بل غیر ممکن۔ بلکہ اجماع حکم خلیفہ است بچیزی بعد مشاورۂ اہل الرای یا بغیر	اجماع کا لفظ تم نے علماء دین کی زبان سے سنا ہو گا۔ اس کے معنے یہ نہیں ہیں کہ تمام مجتہدین (اس طرح کہ ان میں سے) ایک بھی علیحدہ نہ رہے سب کے سب ایک زمانہ میں کسی مسئلہ پر اتفاق کریں کیونکہ یہ صورت نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے بلکہ

---

[۱] الاتقان ۱ : ۷۹ [۲] کتاب المصاحف : ۱۳

جس طرح اللہ تعالیٰ نے استخلاف کا وعدہ پورا فرمایا۔ اسی طرح دین کی بنیاد قرآن مجید کو کتاب کی صورت میں اس طرح سے تمکین دے دی کہ خلیفہ راشد کے حکم سے ان کی نگرانی میں لکھا گیا جس کی سنت کی پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کی طرح ضروری قرار دی اور ان کی ہدایت یافتہ ہونے کی پیش گوئی فرمائی۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین مھدیین	تم پر میری سنت کی پیروی لازم ہے اور خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی۔ جو ہدایت کی راہ پر چلنے والے ہیں اور جن کو ہدایت دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں خلفائے راشدین کے کارناموں کو ممکن کرنے اور اس کو ارتضیٰ لہم سے متصف کرنے خلفائے راشدین کے ہدایت یافتہ ہونے۔ قرن اول کی افضلیت اور ضلالت پران کا اجماع نہ ہونے پر قرآن و حدیث میں تصریحات اس لئے فرمائی گئیں کہ کسی کافر ملحد کے لئے اس میں شک و شبہ ڈالنے کی گنجائش نہ رہے کہ دین سے متعلق خلفائے راشدین کا کوئی کارنامہ ہدایت پر مبنی نہیں۔ قرآن و حدیث نے ان کے ہر ایسے کارنامے کو جو ممکن ہو جائے وہی حیثیت دی جو حیثیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کی ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:-

ایام خلافت بقیہ ایام نبوت بودہ است گویا در ایام نبوت حضرت پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم تصریحاً بزبان مے فرمود و در ایام خلافت ساکت نشستہ بدست وسر اشارہ مے فرماید۔[۲]	خلفائے راشدین کی خلافت کا زمانہ بقیہ زمانہ نبوت کا تھا (یوں سمجھو کہ آپ بعد نبوت ۲۳ برس اپنی عمر شریف کے اور ۳۰ برس زمانہ خلافت راشدہ کل ۵۳ برس دنیا میں رہے فرق صرف یہ تھا) کہ گویا زمانہ نبوت میں تصریحاً زبان

[۲] مبارک سے تمام باتیں فرماتے تھے اور زمانہ خلافت میں ساکت بیٹھے ہوئے ہاتھ اور سر سے اشارہ کرتے تھے۔

بقیہ حاشیہ آں و نفاذ آں حکم تا آنکہ شائع شد و در عالم تمکن گشت۔	اجماع کے معنی یہ ہیں کہ خلیفہ (خاص) اہل الرائے حضرات سے مشورہ کرنے کے بعد یا بغیر مشورہ کئے ہوئے کوئی حکم دے اور وہ حکم نافذ ہو جائے یہاں تک کہ (تمام عالم اسلامی میں) شائع ہو جائے اور تمام اسلامی دنیا میں ممکن ہو جائے۔

[۴] ممکن:- یعنی مضبوطی کے ساتھ رواج پائے گو کہ اس کا مخالف نہ ہو خلفاء راشدین کے بعض احکام ایسے ہوئے کہ تمام اسلامی دنیا میں ممکن نہ ہوئے وہ اجماع کی حد میں نہیں آسکتے۔

حاشیہ بر کشف الغطاء اردو ترجمہ ازالۃ الخفاء مولانا محمد عبدالشکور

[۵] سنت اس فعل کو کہتے ہیں جو طریقہ جاریہ ہو اور طریقہ کے جاری ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اس کا رواج ہو جائے۔ حاشیہ کشف الغطاء

[۶] ازالۃ الخفاء ۱: ۱۰۰